ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

قواعد اصولیہ میں اختلاف کا، فقہاء کے اختلاف میں اثر و کردار

"THE IMPACT AND ROLE OF DIFFERENCES IN THE RULES OF JURISPRUDENCE IN THE DISAGREEMENTS OF JURISTS"

محمد منیب علی شاہ خان
متعلم: شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور،
mk4664538@gmail.com
محمد عماد الرسول
متعلم: شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ammadrasool375@gmail.com

Abstract
Differences in the principles of Istinbat the methodologies through which Islamic legal rulings are deduced have played a fundamental role in shaping the diversity of juristic opinions within Islamic jurisprudence.This study examines the nature of these methodological variations analyzing how differences in interpretive rules,evidentiary preferences and approaches to textual reasoning contribute to divergent fiqh rulings among classical and contemporary scholars.The research concludes that such differences rather than being a source of discord,reflect the richness,flexibility and depth of the Islamic legal tradition allowing it to address diverse contexts and evolving circumstances while remaining rooted in its primary sources.

Keywords: Istinbāṭ Principles,Juristic Differences,Islamic Legal Methodology,Usūl al-Fiqh.

مقدمہ:

ابتداءً دو سوالات اور ان کے جوابات کو تمہیداً جاننا ضروری ہے۔

1۔ فروعی مسائل اور فقہی جزئیات میں اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟

اصول و قواعد میں اختلاف کی وجہ سے۔

2۔ اصول و قواعد میں اختلاف کیونکر پایا جاتا ہے؟

متعدد اسباب کی بناء پر بنیادی اصول اور قواعد کی وضع میں ائمہ مجتہدین کے مابین اختلاف پیدا ہوا اور پھر نتیجتاً فروعات میں بھی اختلاف ہو گیا۔

اسلام نے علم کی ترویج کیلیے جتنا اہتمام فرمایا ہے قرآن پاک کے صفحات اور احادیث کے دفاتر اس سے لبریز ہیں اور انہی ارشادات کی برکت تھی کہ عرب کے گنوار اور جاہل دیکھتے دیکھتے اس جہاں کے امام بن گئے جہاں ان کی عظمت کا جھنڈا گڑا وہاں سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ کوہ و دامن میں جہاں کہیں وہ خیمہ زن ہوئے مسجد و مدرسہ کے بلند مینار معرفت کی تجلیات بکھیرنے لگے۔ صدر اول میں فقہ کا مفہوم نہایت وسیع اور اسلامی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا جیسا کہ اصول کی کتاب مسلم الثبوت میں اس کی تصریح موجود ہے:

"ان السعادة باستكمال النفس والمادة وذلك بالتحقق والتخلق وهما بالتفقه فی الدين والتبحر بمواقف الحق والدين والسلوك"[1]

"حقیقی سعادت نفس اور مادی پہلو کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے اور یہ تکمیل حقیقت کو پہچاننے اور اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے سے ممکن ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں دین میں گہری بصیرت پیدا کرنے، حق اور دین کے منازل کو سمجھنے اور درست راہِ سلوک اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔"

---

1 محمد بن نظام الدین محمد، سہالوی، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، الجزء الاول، دار الکتب العلمیہ، ص8

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گویا قدیم زمانہ میں فقہ، علم حقیقت، علم طریقت اور علم شریعت سب کو شامل تھا۔ ایک عرصہ فقہ کا یہی مفہوم جاری رہا اور اسہ پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ بعد میں بوجوہ اس مفہوم میں تدریجا تنگی ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ علم الکلام والعقائد نے ایک علیحدہ فن کی صورت اختیار کرلی۔ اسی طرح وجدانیات کا تعلق بھی فقہ سے ہی قائم رہا بعد میں وہ بھی الگ علم کی شکل اختیار کر گیا۔ اس فقہ کی روشنی میں ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد و عورت کو اپنی زندگی کے شب و روز گزارنے چاہیے اور سعادت دارین حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔

فروعی اختلاف رحمت ہیں:

فقہی اختلافات کو بنیاد بنا کر بعض لوگ فقہ کی حیثیت کم کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں اور عام مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی فکر میں رہتے ہیں کہ فقہی مذاہب کے بانی امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ حالانکہ انتشار مخالفت کے نتیجہ میں واقع ہوتا ہے اختلاف کے نتیجہ میں نہیں اور پھر فقہا کرام کا اختلاف مسائل میں ہے ذاتیات میں نہیں۔ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے۔

"ان الاختلاف من آثار الرحمۃ یشھد بذلک تصاریف اللغۃ یقال "اختلف القوم" اذا کان مقصودھم واحدا وطریقھم متعددا ویقال "خالف القوم "اذاکان مقصودھم متعددا وطریقھم ایضا"[2]

"یعنی اختلاف (مجتھدین در فروعات) آثار رحمت میں سے ہے اور اس پر محاورات زبان ولغت شاہد عادل ہیں اختلاف کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب قوم کی منزل ایک ہو اور راستے جدا جدا اور مخالفت کا معنی ہے کہ ہر ایک کی منزل مقصود بھی الگ الگ ہو اور راستے بھی جدا ہوں۔"

اختلاف عامۃ معنی محمود کے لئے مستعمل ہے یعنی دلائل کی بنیاد پر اور اصابت حق کے لئے جو اختلاف ہو اسے اختلاف کہا جاتا ہے اور مخالفت بالعموم نفسانیت و ذاتی اغراض کی بنا پر ہوتی ہے ایسی مخالفت مذموم ہے لیکن اگر مخالفت کسی ناجائز اور خلاف شرع امر کی ہو اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ہو تو یہ مخالفت بھی درست ہے۔[3] نیز مخالفت بلا دلیل قول کو کہتے ہیں اور اختلاف دلیل سے بات کرنے کو کہا جاتا ہے۔

اہل علم کا اختلاف باعث رحمت ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:"عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يوم الاحزاب لا يصلين احد العصر الا في بني قريظة فادرك بعضهم العصر في الطريق فقال بعضهم لا نصلي حتى نأتيها وقال بعضهم بل نصلي لم يرد منا ذلك فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فلم يعنف واحدا منهم"[4]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ غزوہ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمان عصر کی نماز بنو قریظہ تک پہنچنے کے بعد ہی ادا کریں۔ بعض حضرات کی عصر کی نماز کا وقت راستے ہی میں ہو گیا۔ ان میں سے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو کہا کہ ہم راستے میں نماز نہیں پڑھیں گے۔ (کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کے لیے فرمایا ہے) اور بعض صحابہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منشا یہ نہیں تھا۔ (بلکہ جلدی جانا مقصد تھا) بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے کسی پر خفگی نہیں فرمائی۔"

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

"عن حميد قال قلت لعمر بن عبد العزيز لو جمعت الناس على شئ فقال ما يسرني انهم لم يختلفوا قال ثم كتب الى الافاق او الى الامصار ليقضي كل قوم بما اجتمع عليه فقهاؤهم"[5]

"حمید کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کاش آپ تمام فقہاء کو ایک مسلک پر مجتمع کر دیتے۔ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اگر فقہاء اختلاف نہ کریں تو میں اس سے خوش نہیں ہوں۔ پھر عمر بن عبد العزیز نے تمام شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ ہر شہر کے لوگ اس حکم پر عمل کریں جس پر انکے فقہاء کا اتفاق ہو۔"

اس سے کئی ایک باتیں معلوم ہوئیں۔ 1: تابعین و تبع تابعین کے سنہری دور میں ابھی تک تقلید کے جراثیم سرایت نہیں کیے تھے لوگ مختلف فقہاء میں سے جس کی بات قرآن وحدیث کے زیادہ قریب ہوتی اسے لے لیتے۔ 2: علماء کا دلیل کی بنا پر آپس میں اختلاف نہ تو عمر ہی اللہ نے اسے معیوب سمجھا نہ اس کو ختم کرنے کی کاوش کی۔ بلکہ یہ کہا کہ مجھے ان اختلاف نہ کرنا پسند نہیں یعنی ہر مجتھد کو اپنی رائے کے اظہار اور اس پر عمل کا پورا پورا اختیار ہے۔ 3: بہر حال اپنے گورنروں کی جانب یہی پیغام بھیجا کہ جمہور کی رائے کا احترام کیا جائے کیونکہ عموماً جمہور کا طریق ہی ہدایت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

---

2 مصطفی سعید الخن، ڈاکٹر، اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ فی اختلاف الفقہاء، (مترجم)، مکتبہ نعیمیہ، 2017، ص26

3 اختلاف اور مخالفت میں کیا فرق ہے؟ https://share.google/njlmXXqs3SNSmBhYS

4 محمد بن اسماعیل، بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب الخ، دار ابن کثیر، ص 1011، ح 4119

5 عبداللہ بن عبد الرحمان، دارمی، باب اختلاف الفقہاء، دار المغنی، ص489، ج 1، ح 652

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"عن عون بن عبد الله قال ما احب ان اصحاب النبي ﷺ لم يختلفوا فانهم لو اجتمعوا على شيء فتركه رجل ترك السنة ولو اختلفوا فاخذ رجل يقول احد اخذ بالسنة"[6]

"عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اختلاف نہ ہو کیونکہ اگر تم صحابہ کا کی ایک بات پر اتفاق ہوتا اور پھر کوئی شخص اس کو ترک کر دیتا تو وہ تارک سنت ہوتا اور جب صحابہ کا اختلاف ہے تو جس صحابی کے قول پر بھی کوئی عمل کریگا وہ سنت کو پائے گا۔"

حقیقت یہی ہے کہ اجماع ایک شرعی ماخذ ہے جب کبھی علماء ایک موقف پر جمع ہو جائیں اس کے بعد آنے والوں میں سے کسی کو اس کے خلاف کی اجازت نہیں۔ کیونکہ اجماع کے ذریعے کسی حکم کے مستحکم ہو جانے کے بعد وہ سنت قرار پاتی ہے۔ اس کا انکار یا اس سے اختلاف ناجائز ٹھہرتا ہے۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی (بحوالہ نصر مقدسی فی الحجۃ، بیہقی فی الرسالۃ الاشعریۃ، حلیمی، قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے:

"اختلاف امتی رحمۃ"[7]

"میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔"

اس حدیث کی تائید میں علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے

"عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء فایھم اقتدیتم اھتدیتم واختلاف اصحابی رحمۃ "[8]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کر لی ہدایت پا جاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف رحمت ہے۔"

امت کا اختلاف رحمت ہے بالکل اسی طرح ائمہ اربعہ کا بھی ختلاف رحمت ہے۔ اسلامی معاشرے میں فقہی و فروعی اختلاف امر واقعی ہے بلکہ امت کیلیے مفید اور باعث رحمت ہے۔ مسائل فقہیہ اور دیگر فروعی مسائل میں اختلاف کا ثبوت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے ہے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی بعض مسائل میں باہم اختلاف رکھتے تھے انہوں نے اس اختلاف کو دین کی رحمت، وسعت اور امت کیلیے آسانی کے طور پر سمجھا۔ مختلف زمانوں میں کئی اہل علم نے ان مسائل میں اختلاف ختم کرکے امت کو ایک مسئلہ پر جمع کرنے کی کوشش کی لیکن جمہور علماء سلف نے اس سے راضی نا ہوئے کیونکہ اختلاف ایک فطری چیز ہے۔ اس طرح ذہنی سطح اور استعداد و صلاحیت کا تفاوت بھی مسلّم ہے۔ شیخ محمد عوامہ لکھتے ہیں:

"السعی فی توحید المذاھب وحمل الناس علی واحد منھا جنون او ضلال"[9]

"فقہی مسالک اور فروعی مذاہب کو ایک بنانے اور تمام مسلمانوں کو اس ایک پر جمع کرنے کی کوشش حماقت اور گمراہی ہے۔"

امام دار الہجرۃ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی شہرہ آفاق اور حدیث مبارک کی مقبول ترین کتاب "الموطا" مکمل فرمائی تو اس کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا۔ تو آپ ہی کی کتاب کو ہر جگہ نافذ کرنے کی خلیفہ وقت نے بات کی۔

"لما حج ابو جعفر المنصور دعاني فدخلت عليه فحادثته وسالني فاجبته فقال اني عزمت ان امر بكتبك هذه التي قد وضعت يعني الموطا فتنسخ نسخا ثم ابعث الى كل مصر من امصار المسلمين منها نسخه وامرهم ان يعملوا بما فيها ولا يتعدوها الى غيرها ويدعوا ما سوى ذلك من هذا العلم المحدث فاني رايت اصل العلم رواية اهل المدينة وعلمهم قال فقلت يا امير المؤمنين لا تفعل هذا فان الناس قد سبقت اليهم اقوال وسمعوا احاديث ورووا روايات واخذ كل قوم بما سيق اليهم وعملوا به ودانوا به من اختلاف اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وغيرهم وان ردهم عما اعتقدوه شديد فدع الناس وما هم عليه وما اختار اهل كل بلد لانفسهم فقال لعمري لو طاوعتني على ذلك لامرت به"[10]

"خلیفۂ وقت (ابو جعفر منصور) نے حج کے سفر کے دوران ان سے ملاقات کرکے یہ درخواست کی: ''ہم چاہتے ہیں آپ کی کتاب کے نسخے لکھوا کر تمام بلاد اسلامیہ میں پھیلا دیں تاکہ ہر جگہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے''۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

ایسا ہرگز مت کیجئے! ہر علاقے میں ہم سے پہلے علم پہنچ چکا ہے انہیں اس کے مطابق عمل کرنے دیں جو انہوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اکثر مدینہ منورہ سے نکل کر مختلف شہروں میں جا بسے تھے۔ کوفہ، بصرہ اور شام ان تمام علاقوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد اور ان کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی ورثہ پہنچ چکا ہے۔"

---

6 سنن دارمی، ح653

7 جلال الدین عبد الرحمان، سیوطی، جامع الاحادیث، باب الھمزۃ مع الخاء من الجامع الصغیر، دار الفکر، ص124، ج2، ح706

8 محمد عبد الرؤف، مناوی، فیض القدیر شرح جامع صغیر، دار المعرفۃ، ص209، ج1، ح288

9 محمد عوامہ، شیخ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین، بحث اسباب الاختلاف، دار الیسر، ص27

10 ابو عمر یوسف بن عبد البر، اندلسی، الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، باب فی ریاستہ ووجاھتہ الخ، دار البشائر الاسلامیۃ، ص81،80

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز کا فقہی اختلاف پر خوشی کا اظہار اور امام مالک کی یہ وسعت نظری اس بات کا نتیجہ تھی کہ انہیں مزاج نبوت سے شناسائی تھی۔ وہ اسباب اختلاف اور مقاصد اختلاف سے واقف تھے اور انہیں فروعی مسائل میں اختلاف کے رحمت ہونے کا یقین تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی کسی نے اتحاد مسالک کی کوشش کی اس سے نہ صرف ایک اور مسلک وجود میں آیا بلکہ عموماًوہ فتنہ کا باعث اور امت مسلمہ میں انتشار کا سبب بنا ہے۔ الغرض ائمہ امت کئی اصولی و کلامی بنیادوں میں اتفاق کے باوجود فروعی اختلاف میں وسیع پھیلاؤ رکھتے ہیں۔ فقہاء اسلام کی اختلافی آراء کی بدولت آج بھی اسلامی تعلیمات کی افادیت اور اس میں پنہاں راہنمائی کا عنصر آباد و شاداب ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ یہ علمی آراء عقلی اور ذہنی شعور کی بڑھوتری کا سبب ہیں۔ نصوص شرعیہ کی متنوع علمی جولانیاں، قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کا ہمہ جہتی مطالعہ اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ان مصادر کی افادیت و جامعیت اسی نظریہ اختلاف کی دین ہے۔ لیکن آراء کا علمی اختلاف ان علمائے عظام اور ائمہ سلف کے اخلاق و کردار اور باہمی ربط و تعلق میں بگاڑ کا سبب تھا نہ ہی اس کو بنیاد بنا کر وہ ایک دوسرے کی تحقیر و تنقیص کرتے تھے کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف، نفرت و بغض کا سبب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ حق و باطل کا معیار ہے۔ تاریخی روایات میں اگرچہ اختلاف کی وجہ سے جدل و جدال کے کچھ واقعات منقول ہیں لیکن ان واقعات کی شرح فیصد اخلاقی اقدار کے مقابلے میں انتہائی کم ہے لیکن تفرق پسندی کے نتیجہ میں جدلی واقعات کی شہرت زیادہ ہوگئی۔

فروعی مسائل میں اختلاف کے اہم اسباب

اس کے متعدد اسباب اور وجوہ ہیں جن میں سے بعض احباب درج ذیل ہیں۔

1. قرآنی قراءتوں میں اختلاف ہونا۔
2. حدیث پر مطلع نا ہونا۔
3. ثبوت حدیث میں شک اور عدم اطمینان کا پایا جانا۔
4. ایک لفظ (اسم، فعل، حرف) کا دو یا اس سے زائد معانی میں مشترک ہونا۔
5. نص (آیت یا حدیث) کے فہم اور تفسیر میں اختلاف آراء کا پایا جانا۔

یہ وہ اسباب اور وجوہ تھے جنکی بناء پر بنیادی قواعد اور اصول کی وضع میں ائمہ مجتہدین کے مابین اختلاف پیدا ہوا پھر نتیجۃً فروعات میں بھی اختلاف ہو گیا۔ اب تفصیل کے ساتھ ان اسباب کا اختلاف قرآن اور حدیث کی روشنی میں اور پھر فروعات اور مسائل قیاسیہ میں ائمہ مجتہدین کے اختلافات کو بیان کیا جائے گا۔

السبب الاول: اختلاف القراءات:

فقہاء کے درمیان اختلاف (مسائل فروعیہ میں) کے مجملہ اسباب میں سے ایک سبب قراتوں کا اختلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بطریق تواتر مختلف قراءتیں منقول ہیں اور یہ اختلاف القراءات کا ہونا مسائل فروعیہ کے استخراج اور فقہی جزئیات کے استنباط میں اختلاف کا ایک اہم سبب ہے۔

مثال:

وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے یا ان پر مسح کرنا؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤوسکم وارجلکم الی الکعبین"[11]

"اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو۔"

قرآن مجید کی اس محولہ بالا آیت میں دو متواتر قرائتیں ہیں۔ ایک گروہ (نافع، ابن عامر، کسائی، حفص) نے نصب کے ساتھ (وَ اَرْجُلَكُمْ) پڑھا اور دوسرے گروہ (ابن کثیر، ابو عمرو، حمزہ) نے جر کے ساتھ (وَاَرْجُلِكُمْ) پڑھا ہے۔ اب یہ قراءت کا اختلاف سبب بنا کہ آیا پاؤں کا مسح فرض ہے یا اس کو دھونا فرض ہے۔ اب لام پر نصب والی قراءت کے مطابق اس کا عطف و ربط (وَاَيْدِيَكُمْ) پر ہو گا۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ پیروں کو دھوؤ۔ دوسری قراءت یعنی لام کے جر کے ساتھ ہے اور اس کا عطف پر ہو گا جس کا معنی ہے پیروں کا مسح کرو۔ اہلسنت کا مذہب ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے اور ان پر مسح کرنا حرام ہے اور شیعہ کا مسلک پیروں پر مسح کرنا ہے۔[12]

اہلسنت کا مذہب:

---

[11] المائدۃ، 06

[12] شہاب الدین سید محمود، آلوسی، روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ، ج 3، ص 246

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

جمہور نے نصب والی قراءت کو لیا ہے اور ان کا مذہب ہے کہ وضو میں پیروں کا دھونا فرض ہے نا کہ مسح کرنا۔جمہور اپنے مذہب کی تقویت اور تائید کیلیے حسب ذیل دلائل کو پیش کرتے ہیں۔

1۔علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:"قال جمہور الفقہاء والمفسرین فرضہا الغسل"[13]

"جمہور فقہاء مفسرین نے کہا کہ ان دونوں کا دھونا فرض ہے۔"

2۔وہ احادیث جو رسول اللہ ﷺ سے پیروں کے دھونے کے بارے آئی ہیں۔

"عن سالم مولی شداد قال : دخلت علی عائشۃ یوم توفی سعد بن ابی وقاص فدخل عبد الرحمان ابن ابی بکر فتوضاعندھا فقالت یا ابا عبد الرحمان !اسبغ الوضوء فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول :ویل للاعقاب من النار"[14]

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبد الرحمان بن ابی بکر کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اے عبد الرحمان اچھی طرح مکمل وضو کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے:(خشک ایڑیوں کو آگ کا عذاب ہو گا۔)"

"عن عبد اللہ بن عمروقال:رجعنا مع رسول اللہ ﷺمن مکۃ الی المدینۃ حتی اذا کنا بماء الطریق تعجل قوم عند العصر فتوضؤوا وھم عجال فانتھینا الیھم واعقابھم تلوح لم یمسہا الماء فقال رسول اللہ ﷺ:ویل للاعقاب من النار اسبغواالوضوء"[15]

"حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پہ مسح کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(خشک ایڑیوں کو آگ کا عذاب ہو گا۔)

امامیہ کا مذہب:

"ان الواجب فیہا المسح"[16]

امامیہ کے نزدیک پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے۔

دلیل:

امام طبرانی حضرت عبادۃ بن تمیم کے والد کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں:"رایت رسول اللہ ﷺ توضا ومسح بالماء علی لحیتہ و رجلیہ"[17]

"عبادہ بن تمیم کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے اور آپ نے داڑھی اور پاؤں پہ پانی سے مسح کیا۔"

صاحب نیل الاوطار نے امامیہ پہ رد کرتے ہوئے لکھا:

"امامیہ کا مذہب قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث جو متواتر ہیں کے مخالف ہیں۔اور انہوں نے اپنے مسلک پہ کوئی واضح دلیل پیش نہیں کی اور میں نہیں جانتا کہ وہ احادیث متواترہ کا کیا جواب دیتے ہیں۔[18]

(بعض)ظاہریہ کا مذہب:

"یجب الجمع بینہما"[19]

ان کے نزدیک مسح اور غسل دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔

ان کا یہ موقف اس لیے ہے تا کہ دونوں قراتوں پہ عمل ہو سکے۔

جمہور کا قوی مذہب:

تمام تفاسیر اور احادیث متواترہ صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وضو میں پاؤں کو دھونا فرض ہے نا کہ مسح کرنا۔ قاضی شوکانی نے تمام نصوص کا بغور خوض مطالعہ کر کے آخر میں یہ نتیجہ نکالا:

---

13 ایضا

14 مسلم بن حجاج، قشیری، صحیح مسلم، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہا، بیت الافکار الدولیۃ، ص124، ح241

15 مسلم بن حجاج، قشیری، صحیح مسلم، باب وجوب غسل الرجلین بکمالہا، بیت الافکار الدولیۃ، ص124، ح241

16 شہاب الدین سید محمود، آلوسی، روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ، ج3، ص246

17 سلیمان بن احمد، طبرانی، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، تمیم بن زید ابو عباد انصاری مازنی، ج2، ص60، ح1286

18 محمد بن علی، شوکانی، نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار، دار ابن الجوزی، الباب الحادی والعشرون، باب غسل الرجلین وبیان انہ فرض، ج2، ص129، ح44/206

19 شہاب الدین سید محمود، آلوسی، روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ، ج3، ص246

"وبهذا يتقرر ان الحق ما ذهب اليه الجمهور من وجوب الغسل وعدم اجزاء المسح"[20]

"ان تمام (نصوص) کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوئی کہ حق بات وہی ہے جس کی طرف جمہور گئے کہ غسل واجب ہے اور مسح جائز نہیں ہے۔"

السبب الثانی:عدم الاطلاع علی الحدیث:

رسول اللہ ﷺ کے کئی افعال و معمولات ایسے تھے کہ جن کو کرتے ہوئے صحابہ کرام نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔اس پر واضح ترین دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال افعال اور احوال سے سب سے زیادہ علم اور واقفیت رکھنے والے تھے۔آپ کے ان خاص قریبی صحابہ کرام سے بھی بعض مسائل رہ جاتے تھے۔اور وہ حضرات ان امور اور مسائل پر مطلع اور آگاہ نہ ہوسکے۔

مثال:

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو پہلے اس حدیث کے متعلق اطلاع نہ تھی کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ عورت عدت وفات اپنے شوہر ہی کے گھر گزارے گی۔ یہاں تک کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک رضی اللہ تعالی عنہانے اپنے متعلق حدیث بیان کی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

سنن نسائی کی روایت میں مذکور ہے:

زینب بنت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں وہ روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ بنو خدرہ میں اپنے خاندان میں جاسکتی ہیں؟ کیونکہ ان کے شوہر اپنے چند بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے گئے تھے۔ حتی کہ جب وہ قدوم کے راستہ میں پہنچے تو انہوں نے ان غلاموں کو جالیا سوان غلاموں نے ان کے شوہر کو قتل کر دیا۔وہ کہتی ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا کہ آیا میں بنو خدرہ میں اپنے میکہ میں جاسکتی ہوں تاکہ وہاں عدت وفات گزاروں کیونکہ میرے خاوند نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان نہیں چھوڑا ہے نہ نفقہ۔وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہاں۔پھر کہا کہ جب میں واپس ہوئی حتی کہ میں (ابھی) حجرہ میں تھی۔تو رسول ﷺ نے مجھے آواز دی یا مجھے کسی سے آواز دلوا کر بلایا۔آپ نے پوچھا تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے آپ کی خدمت میں پھر اپنے خاوند کا واقعہ دہرایا آپ نے سن کر فرمایا تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو یہاں تک کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے۔وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری،جب حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تو انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا میں نے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کی پیروی کی۔[21]

السبب الثالث:الشک فی ثبوت الحدیث:

فروعات میں اختلاف کا تیسرا سبب ثبوتِ حدیث میں شک کا ہونا ہے۔یعنی کسی امام کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ کے متعلق حدیث کا پایہ ثبوت تک نہ پہنچنا۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو کوئی روایت پہنچتی تو وہ اس کو سنتے ہی فوراًبلا تحقیق عمل میں نہ لاتے بلکہ اس نقل اور روایت پر عمل کرنے سے پہلے پوری چھان بین کرتے اور مکمل تحقیق کے بعد اس کے مقتضٰی پر عمل کرتے تھے۔کیونکہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ناقل کو حدیث نقل کرنے میں کوئی وہم اور غلطی لاحق نہ ہو گئی ہو۔اگر دو راویوں یا بیشتر سے وہی روایت پہنچتی اور ان کے دل کو یقین اور اطمینان ہو جاتا تو اس کے بعد اس پر عمل کرتے۔وہ توقف کرتے یا روایات کی بنا پر جو پہلو ان کے نزدیک ترجیح پا جاتا اس پر عمل کرتے۔

مثال:

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس جدہ (دادی یا نانی) کی میراث کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔آپ اس حدیث کی صحت نقل کی پوری چھان بین اور تحقیق کرتے ہیں اور اس کے بعد فیصلہ کرتے ہیں۔امام ترمذی،ابو داؤد،ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت قبیصہ بن ذویب سے روایت کیا ہے کہ ان کا بیان ہے:

ایک جدہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور اس نے اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کیا۔آپ نے فرمایا:اللہ کی کتاب میں تمہارے لیے کچھ حصہ نہیں اور سنت رسول کے مطابق تمہارا کچھ حصہ نہیں بنتا تم واپس چلی جاؤ میں لوگوں سے پوچھوں گا۔چنانچہ آپ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا آپ نے جدہ (دادی) کو چھٹا 1/6 حصہ دیا تھا آپ نے فرمایا تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ اس پر

---

20 محمد بن علی،شوکانی،ویل الغمام علی شفاء الاوام،مکتبہ ابن تیمیہ،ج 1،ص 119

21 شعیب بن علی،نسائی،سنن نسائی،دار طویق للنشر والتوزیع،کتاب الطلاق،باب مقام المتوفی عنہازوجہاالخ،ص 477،ح 3528 تا 3530

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور وہی بیان دیا جو حضرت مغیرہ کہہ چکے تھے آپ نے اس کے بعد جدہ کے لیے اس بیان کے مطابق حکم نافذ فرمایا۔

پھر ایک دوسری دادی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا حصہ میراث طلب کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے بس یہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں وارث ہو تو یہی حصہ تم دونوں میں مشترکہ ہو گا۔ اگر کوئی ایک اکیلی ہو تو یہ اس تنہا کا ہو گا۔[22]

السبب الرابع: الاختلاف فی فہم النص وتفسیرہ:

بعض اوقات فقہاء کے مابین نص کی تفسیر اور اس کے فہم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

مثال:

امام مسلم روایت کرتے ہیں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب"[23]

یاد رکھو! بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح سالم ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح سالم ہوتا ہے اور جب وہ خراب وفاسد ہو جاتا ہے تو پورا جسم خراب وفاسد ہو جاتا ہے، سنو! وہ ٹکڑا دل ہے۔

امام نووی شافعیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"واحتج بهذا الحديث على أن العقل فى القلب لا فى الرأس وفيه خلاف مشهور مذهب أصحابنا وجماهير المتكلمين أنه فى القلب وقال أبو حنيفة هو فى الدماغ وقد يقال فى الرأس وحكوا الأول أيضاً عن الفلاسفة والثانى عن الأطباء قال المازرى واحتج القائلون بأنه في القلب بقوله تعالى أفلم يسيروا فى الأرض فتكون لهم قلوب يعقلون بها وقوله تعالى إن فى ذلك لذكرى لمن كان له قلب و بهذا الحديث فانه صلى الله عليه وسلم جعل صلاح الجسد وفساده تابعاً للقلب مع أن الدماغ من جملة الجسد فيكون صلاحه وفساده تابعا للقلب فعلم أنه ليس محلا للعقل واحتج القائلون بأنه فى الدماغ بأنه اذا فسد الدماغ فسد العقل و يكون من فساد الدماغ الصرع فى زعمهم ولا حجة لهم فى ذلك لأن الله سبحانه وتعالى أجرى العادة بفساد العقل عند فساد الدماغ مع أن العقل ليس فيه ولا امتناع من ذلك قال المازرى لاسيما على أصولهم في الاشتراك الذى يذكرونه بين الدماغ والقلب وهم يجعلون بين رأس المعدة والدماغ اشتراكا والله أعلم"[24]

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقل کا محل دل ہے نہ کے دماغ۔ حالانکہ اس مسئلے میں مشہور اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارے (شوافع) علماء اور اکثر متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ عقل دل میں ہوتی ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے۔ پہلا قول (یعنی عقل کا دل میں ہونا) فلاسفہ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے اور دوسرا قول (یعنی دماغ میں ہونا) اطباء (ڈاکٹروں) کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

امام مازریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عقل کے دل میں ہونے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے:

"کیا وہ زمین میں نہیں چلے کہ ان کے ایسے دل ہوتے جن سے وہ سمجھتے؟"[25]

"بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جس کے پاس دل ہو"[26]

اور اسی حدیث سے بھی دلیل لی گئی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جسم کی درستگی اور خرابی کو دل کے تابع قرار دیا حالانکہ دماغ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا دماغ کی درستگی اور خرابی بھی دل کے تابع ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دماغ عقل کا اصل مقام نہیں ہے۔

اور جو لوگ عقل کے دماغ میں ہونے کے قائل ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب دماغ خراب ہوتا ہے تو عقل بھی خراب ہو جاتی ہے اور ان کے خیال میں مرگی (صرع) بھی دماغ کے فساد کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لیکن ان کی یہ دلیل مضبوط نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عادتاً ایسا نظام رکھا ہے کہ دماغ کے خراب ہونے پر عقل بھی متاثر ہو جاتی ہے حالانکہ عقل کا اصل محل دماغ نہیں۔ اس میں کوئی عقلی مانع نہیں۔

امام مازریؒ مزید فرماتے ہیں کہ خاص طور پر ان کے اپنے اصولوں کے مطابق جن میں وہ دل اور دماغ کے درمیان ایک قسم کی باہمی تعلق (اشتراک) کے قائل ہیں۔ یہاں تک کہ وہ معدہ کے سرے اور دماغ کے درمیان بھی ایک تعلق بیان کرتے ہیں تو پھر ان کا یہ استدلال مزید کمزور ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

---

22 محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، دار الفکر، کتاب الفرائض، باب میراث الجدة، ص 631، ح2724

23 مسلم بن حجاج، قشیری، صحیح مسلم، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبہات، ص 651، ح1599

24 نووی، امام، صحیح مسلم بشرح النووی، الطبعہ المصریۃ بالازھر، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال الخ، ج 11، ص29

25 الحج،46

26 ق،37

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1 2026

(نوٹ: تفصیل کیلیے ملاحظہ ہو "غلام رسول، سعیدی، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، ج4، ص416"۔)

السبب الخامس: اشتراک فی اللفظ:

کسی معنیٰ پر دلالت کرنے کے لحاظ سے لفظ کی متعدد اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم مشترک ہے۔ مشترک وہ لفظ ہے جس کا اطلاق دو یا دو سے زیادہ معانی پر ہوتا ہے۔ اور ہر معنیٰ کیلیے ابتداءً ہی اس کی الگ الگ وضع ہوئی ہو۔ **جیسے:** لفظ عین: یہ حسبِ ذیل متعدد معنوں کیلیے مشترک ہے۔ آنکھ، پانی کا جاری چشمہ، حاضر چیز، سونا، سورج، گھٹنا، جاسوس وغیرہ۔

اشتراک جس طرح اسماء میں واقع ہوتا ہے اسی طرح افعال اور حروف میں بھی واقع ہوتا ہے۔ **جیسے:** عسعس، اقبال و ادبار دونوں کیلیے آتا ہے اسی طرح لفظ قضی کئی معنوں میں مشترک ہے۔

مثال:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"نساؤکم حرث لکم فاتو حرثکم انیٰ شئتم "[27]

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم آؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔

اس آیت کریمہ میں جو لفظ "انیٰ" آیا ہے یہ کئی معنون کیلیے مشترک ہے۔ اس کا ایک معنیٰ "کیف" ہے اور ایک معنیٰ "من" ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں بالترتیب موجود ہے:

"انیٰ یحیٖ ھذہ اللہ بعد موتہا "[28] "قال یمریم انیٰ لکِ ھذا"[29]

عورتوں کو محارث (کھیتیاں) قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس مقام میں کھیت کی طرح تخم ریزی کی جاتی ہے۔ تو آیت سے مقبلات، مدبرات، متلقیات کی کیفیات مختلفہ کو مباح اور جائز رکھ کر عموم حال مراد ہے۔ یعنی یہ مراد نہیں کہ قبل اور دبر دونوں میں وطی کرو بلکہ یہی مراد ہے کہ فرج (اندام نہانی) میں جس کیفیت سے اور جس طرح تم چاہو وطی کر سکتے ہو کیونکہ انی بمعنی کیف ہے۔

اور مقاربت کی کوئی ایک ہی ہیئت متعین نہیں بلکہ جیسے تم کو پسند ہو صرف ایک شرط ملحوظ رہے کہ تخم ریزی وہاں ہو جو جگہ اس کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔ آیت کے ان الفاظ سے دو غلط کاریوں کا رد کیا گیا ہے۔

مقاربت کے لئے صرف ایک شکل مخصوص کر رکھی تھی۔ فرمایا کہ کسی خاص ہیئت کی پابندی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جیسے تم پسند کرو اور بعض گندے مزاج کے لوگ عورتوں کے ساتھ لواطت کیا کرتے تھے اس سے منع فرمایا کہ یہ تخم ریزی کی جگہ نہیں اس سے شادی کا مقصد (جو کہ اولاد کا حصول ہے نہ کہ محض شہوت رانی) فوت ہو جاتا ہے اور عورت کے طبعی حقوق بھی پامال ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو فطرۃ مردوں کے لئے سیر گاہیں نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کے درمیان کھیت اور کسان کا سا تعلق ہے۔

روافض وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ یہاں آیت میں انی بمعنی این شئتم اور حیث شئتم یعنی جہاں اور جس جگہ سے تم چاہو وطی کر سکتے ہو۔ فرج میں کرو چاہو سرین میں۔

تمام صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد تمام علماء اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ آیت کریمۃ "فاتوا حرثکم أنی شئتم" کا معنیٰ "من این شئتم ای من اتی وجه من وجوه الماء تي مقبلين، ومدبرين وبهذا يكون مدلول الآية قصر الاتصال بالمرته عال الموضع الذى هو طريق النسل" یعنی وطی کرنے اور مقاربت کی شکل و ہیئت اور طریقہ جو بھی چاہو اختیار کر لو مگر اس شرط کے ساتھ کہ تخم ریزی ہر حال میں کھیتی میں ہونی چاہیے۔

امام مالک سے ابن وہب اور علی بن زیاد نے ایک دفعہ کہا کہ یا حضرت مصر میں کچھ لوگ یہ بات کرتے ہیں۔ کہ امام مالک کے نزدیک شوہر کے لیے اپنی بیوی کے سرین میں وطی کرنا جائز ہے۔ امام مالک نے یہ بات سن کر سخت نفرت کا اظہار کیا اور فوراً اس کی تردید کرتے ہوئے کہا "كذبوا على كذبوا على" وہ لوگ جو یہ بات میری طرف منسوب کرتے ہیں جھوٹ بکتے ہیں جھوٹ بکتے ہیں۔ پھر کہا "الستم عرباء الم يقل الله تعالى نسائكم حرثكم" کیا تم عرب نہیں ہو؟ اور کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری بیویاں

[27] البقرۃ، 223

[28] البقرۃ، 259

[29] آل عمران، 36

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تمہاری کھیتی ہیں؟"وهل يكون الحرث الافى موضع المنبت"اور کھیتی فقط اچھی اور زرخیز زمین میں ہی ہوتی ہے۔یعنی ردی بنجر اور روڑی کے ڈھیر پر بھی بھلا کوئی عقل والا کسان کاشتکار کرتا ہے؟[30]

اور پھر احادیث بھی اس کی تردید اور تکذیب کرتی ہیں۔ایک حدیث اس کی تردید میں ملاحظہ ہو۔حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ملعون من اتىٰ امرءة فی دبرها"[31]

لعنتی ہے وہ جو اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرتا ہے۔

خلاصہ بحث:

قواعدِ اصولیہ میں اختلاف، فقہاء کے درمیان اختلافِ آراء کا بنیادی سبب ہے۔مختلف اصولِ استنباط، نصوص کی تعبیر اور دلائل کی ترجیح میں فرق کی وجہ سے ایک ہی مسئلہ میں مختلف فقہی احکام سامنے آتے ہیں۔یہ اختلافات کسی نقص کی علامت نہیں بلکہ اسلامی فقہ کی وسعت، لچک اور گہرائی کو ظاہر کرتے ہیں جو مختلف حالات میں رہنمائی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مصادر و مراجع

- القرآن الکریم
- احمد بن شعیب، نسائی، سنن نسائی، دار طویق للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، طبعہ اولیٰ، 1429ھ
- جلال الدین، سیوطی، جامع الاحادیث، دار الفکر، بیروت، لبنان، طبعہ، 1414ھ
- سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابو داؤد، دار التاصیل، بیروت، لبنان، 1436ھ
- سلیمان بن احمد، طبرانی، المعجم الکبیر، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، مصر، طبعہ 1404ھ
- شہاب الدین محمود، آلوسی، روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1415ھ
- عبد الرؤف، مناوی، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، طبعہ ثانیہ، 1391ھ
- عبد الرحمٰن، دارمی، سنن دارمی، دار المغنی، مملکۃ العربیۃ السعودیۃ، طبعہ اولیٰ 1412ھ
- محمد بن علی، شوکانی، نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار، دار ابن الجوزی، ریاض، سعودی عرب، طبعہ، 1427ھ
- محمد بن علی، شوکانی، ویل الغمام علی شفاء الاوام، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، مصر، طبعہ اولیٰ 1416ھ
- مسلم بن حجاج، قشیری، صحیح مسلم، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض، سعودی عرب، طبعہ، 1419ھ
- محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت، لبنان، طبعہ اولیٰ، 1424ھ
- محمد عوامہ، ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین، دار الیسر، المدینۃ المنورۃ، سعودی عرب، طبعہ ثالثہ، 1428ھ
- محمد بن نظام الدین، سیالوی، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبعہ اولیٰ 1423ھ
- محمد بن اسماعیل، بخاری، الجامع الصحیح، دار ابن کثیر، دمشق، شام، طبعہ اولیٰ 1423ھ
- مصطفیٰ سعید الخن، ڈاکٹر، اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی اختلاف الفقہاء، (مترجم: غلام نصیر الدین چشتی)، مکتبہ نعیمیہ، لاہور، پاکستان، سن اشاعت 2017ء
- یحییٰ بن شرف، نووی، صحیح مسلم بشرح النووی، طبعۃ المصریۃ الازھریۃ، طبعہ اولیٰ، 1349ھ
- یوسف بن عبد البر، ابو عمر، الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان، طبعہ اولیٰ، 1417ھ
- Source: GreatTafsirs.com https://share.google/gsftsZ0FEIY4QtxwA

[30] القرآن الکریم۔تفسیر ابن کثیر۔تفسیر سورۃ البقرۃ۔الآیۃ 223 https://share.google/EkozdJeYRDzh1XjLC

[31] سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابو داؤد، دار التاصیل، اول کتاب النکاح، باب جامع النکاح، ج 4، ص 168، ح 2151